رئیس احمد جعفری

تأثرات

اسلام کی بنیاد نہ رنگ پر ہے، نہ نسل پر، نہ خاندان پر، نہ حسب نسب پر، نہ ملک پر، نہ زبان پر۔ وہ دنیا میں پہلا مذہب ہے جس نے آج سے چودہ سو برس پہلے ان تمام بندھنوں کو توڑ کر اعلان کر دیا "تم سب اولادِ آدم ہو، اور آدم مٹی کے بنے ہوئے تھے"۔ اور اس طرح اس نے کرۂ ارض کے تمام انسانوں کو ایک برادری تسلیم کر لیا۔

اسلام نے یہ کیوں کیا؟

اس لئے کہ انسان کا رنگ کیا ہے؟ وہ کس نسل سے ہے؟ کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے؟ حسب نسب کیا ہے؟ کس ملک میں پیدا ہوا ہے؟ اس کی مادری زبان کیا ہے؟ یہ وہ چیزیں ہیں جو اس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہیں، ان پر اس کی ذرا بھی دسترس نہیں۔ لیکن اس کا کردار کیا ہے؟ اس کا عقیدہ کیا ہے؟ اس کی سیرت کے عناصر تشکیل کیا ہیں؟ یہ چیزیں اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ اپنے کردار کو جس سانچے میں چاہے ڈھال سکتا ہے۔ لہٰذا اسلام نے مدارِ امتیاز اس کو قرار دیا اور اعلان کر دیا، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ! یعنی تم میں سزاوارِ مجد و شرف وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ متقی ہو۔

لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ اسلام نے جن بتوں کو توڑا اور سرنگوں کیا، مسلمانوں نے انہی بتوں کو سینہ سے لگایا اور ان کی پرستش شروع کر دی۔

دنیا کے مذاہب میں اسلام ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے ملوکیت اور آمریت کے بجائے جمہوریت، عمومیت، اور شورائیت کا راستہ دکھایا، لیکن دنیا کی کوئی قوم بادشاہوں کی اتنی تعداد نہیں رکھتی

جتنے مسلمانوں کے پاس ہیں۔

اسلام کے داعیؐ نے حج وداع کے موقع پر صاف صاف اعلان فرمایا تھا کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں" لیکن آج وہی عرب ہیں جو عربیت کے نشہ میں چور ہیں۔ انہیں عالم اسلام سے کوئی تعلق نہیں، لیکن عالم عرب کے لئے وہ خون کا آخری قطرہ بھی قربان کر دینے کو تیار ہیں۔ وہ دنیا کے ہر مسلمان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ اسرائیل اور الجزائر کے معاملہ میں وہ ان کا ساتھ دے، لیکن کشمیر کا نام بھی زبان پر لاتے ہوئے ہچکچاتے ہیں، اور عرب ممالک کے سفر کے ہوتے ہوئے ہندوستان میں تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مسلمانوں کا شکار ہوتا رہتا ہے، لیکن یہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ نہ احتجاج کرتے ہیں، نہ شکایت، نہ شکوہ دوستانہ۔ اسلام نے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا تھا اور ایک دوسرے کی تقویت کا موجب قرار دیا تھا، المومن للمومن کالبنیان اشد بعضہ بعضا، لیکن یہ غیر عرب مسلمانوں کو شائستہ التفات بھی نہیں سمجھتے، حالانکہ غیر عرب مسلمانوں کی شامت اس لئے آتی ہے اور وہ اس لئے ہدف ستم بنائے جاتے ہیں کہ غیر عرب ممالک میں رہ کر محمد عربی (بآبائنا وامہاتنا) کے کلمہ گو کیوں ہیں؟ ان کا قبلہ عرب میں کیوں ہے؟

بہ جرم عشق توام می کشند غوغائیست
تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

آج اسلامی ممالک اگر اسلام کی بنیاد پر اپنی تنظیم کریں، اپنے مسائل حل کریں، اور قوت کو فروغ دیں تو کون سا مسئلہ ایسا ہے جو حل نہیں ہو سکتا۔؟

اسرائیل کا وجود عربوں کے قلب پر ناسور کی حیثیت رکھتا ہے لیکن ترکیہ نے اسے باقاعدہ تسلیم کر لیا، ایران نے اسے اصولی طور پر تسلیم کر لیا۔ کشمیر کا مسئلہ مسلمانان کشمیر کے لئے موت و زیست کا مسئلہ ہے، دنیا کے کسی آئین اور دستور کی رو سے کسی قوم کو حق خود ارادیت سے محروم نہیں کیا جا سکتا، جبکہ اس سے پہ زور اور محکم طور پر یہ وعدہ بھی کیا جا چکا ہو۔ لیکن کشمیر کے مسلمان اس حق سے محروم ہیں، مگر کسی اسلامی ملک کو اس مسئلہ پر لب کشائی کی جرأت نہیں ہوتی۔ تقسیم ہند کے بعد سے بھارت میں مسلمانوں کی جان و مال

اور عزت و آبرو پر ڈاکے پڑ رہے ہیں، ان کا صفایا کیا جا رہا ہے، مگر عرب ممالک پر اس کا ردّعمل یہ ہے کہ پنڈت نہرو کو "رسول السلام" کا خطاب عطا کر دیا گیا۔ الجزائر میں فرانس نے کیا کچھ نہیں کیا مگر کسی اسلامی ملک نے اس سے سفارتی تعلقات منقطع کئے؟ اس کے خلاف تعزیری اقدامات (SANCTIONS) کئے؟ انڈونیشیا نیوگنی کے لئے چلّا رہا ہے، چیخ رہا ہے، فریاد کر رہا ہے، ہالینڈ کی مستعمراتی پالیسی کے خلاف شکوہ سنج ہے لیکن کون اسلامی ملک اس کا ساتھ دے رہا ہے؟ سب کو اپنی اپنی فکر ہے کوئی کسی کے لئے کچھ نہیں کرنا چاہتا۔

لیکن اگر یہ ممالک اسلامی بنیاد پر اور اسلام کے نام پر باہم مربوط ہوتے، رنگ و نسل اور ملک و وطن کا نعرہ لگانے کے بجائے

اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

کے زمزمہ سنج ہوتے، کیا جب بھی اسرائیل کا وجود قائم رہ سکتا تھا؟ الجزائر کی آزادی میں اتنی دیر لگ سکتی تھی؟ کشمیر کا مسئلہ ۱۴ سال کے بعد بھی غیر منفصل رہ سکتا تھا؟ نیوگنی پر ہالینڈ کا پرچم لہرا سکتا تھا؟

عرب لیگ کو تمام عرب ممالک کا واحد نمائندہ بنانے کی سعی و کوشش ایک عرصہ سے جاری ہے، مصر متحدہ عرب جمہوریہ کے خواب دیکھ رہا ہے، لیکن عرب لیگ کے بجائے اگر اسلامی لیگ بنتی، اور وہ جملہ اسلامی ممالک کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی، متحدہ عرب جمہوریہ کے بجائے اسلامی دولت مشترکہ قائم ہوتی اور اس کے حلقہ میں تمام مسلمان ممالک سال میں ایک یا دو مرتبہ بیٹھ کر باہمی صلاح و فلاح کے معاملات پر غور کرتے تو کیا دنیا کی بڑی طاقتوں کا طرزِ عمل مسلم ممالک کے ساتھ کچھ اور نہ ہوتا، بالکل بدل نہ گیا ہوتا؟ لیکن

گوشِ سخن شنو کجا؟ دیدۂ اعتبار کو؟

مطبوعاتِ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ ۱۹۵۰ء میں اس غرض سے قائم کیا گیا تھا کہ دورِ حاضر کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اسلامی فکر و خیال کی از سرِ نو تشکیل کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کو موجودہ حالات پر کس طرح منطبق کیا جا سکتا ہے۔ یہ ادارہ اسلام کا ایک عالمگیر، ترقی پذیر اور معقول نقطۂ نگاہ پیش کرتا ہے تاکہ ایک طرف جدید مادہ پرستانہ رجحانات کا مقابلہ کیا جا سکے جو خدا کے انکار پر مبنی ہونے کی وجہ سے اسلام کے روحانی تصوراتِ حیات کی عین ضد ہیں اور دوسری طرف اس مذہبی تنگ نظری کا ازالہ کیا جائے جس نے اسلامی قوانین کے زمانی اور مکانی عناصر و تفصیلات کو بھی دین قرار دے دیا ہے اور جس کا انجام یہ ہوا کہ اسلام ایک متحرک دین کی بجائے ایک جامد مذہب بن گیا۔ یہ ادارہ دین کے اساسی تصورات اور کلیات کو محفوظ رکھتے ہوئے ایک ایسے ترقی پذیر معاشرہ کا خاکہ پیش کرتا ہے جس میں ارتقائے حیات کی پوری پوری گنجائش موجود ہو۔ اور یہ ارتقاء انہی خطوط پر ہو جو اسلام کے معین کردہ ہیں۔

اس ادارہ میں کئی ممتاز اہلِ قلم اور محققین تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہیں جو زندگی کے مختلف مسائل پر اسلامی نکتۂ نظر سے غور و فکر کرتے ہیں۔ ان کی تصانیف کو علمی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا ہے۔ ادارے نے تمام مطبوعات کی ایک ایسی فہرست شائع کی ہے جس میں کتابوں کے متعلق تعارفی نوٹ بھی درج ہیں تاکہ ان کی اہمیت و افادیت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ یہ فہرست اور ادارہ کی مطبوعات مندرجۂ ذیل پتہ سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔

سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور۔